# تطہیر

حسین سحر

# تطہیر

## (مناقب و سلام)

حُسین سحر

کتاب نگر، حسن آرکیڈ، ملتان

تطهير

## ضابطہ

(جملہ حقوق محفوظ)


| | | |
|---|---|---|
| اشاعتِ اول | ............ | 1990ء |
| ناشر | ............ | کتاب نگر حسن آرکیڈ ملتان چھاؤنی |
| طابع | ............ | رُوحانی آرٹ پریس ملتان |
| کمپوزنگ | ............ | فیاض احمد |
| قیمت | ............ | پچاس روپے |


## انتساب

اپنے والدِ گرامی

حاجی برکت علی مرحوم ومغفور کے نام

# پیش حرف

جب مَیں ''بچوں کے ادب'' پر تحقیق کر رہا تھا، یہ کوئی 1962-63ء کی بات ہے جناب حسین سحر سے میرا ادبی تعلق قائم ہوا۔ مگر یہ آشنائی محض کام اور نام کی حد تک تھی۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ کوئی 25 برس یعنی ایک ربع صدی بعد میرا یہ رابطہ اس قدر استوار ہو جائے گا کہ مَیں اب 1990ء میں ان کی تصنیف ''تطہیر'' کا مقدمہ نگار بن جاؤں گا۔ یہ زمانے کی نیرنگیاں ہیں اور بالیقیں یہی وہ نیرنگیاں ہیں جس سے ''ذات'' اپنی قبائے صفات بناتی ہے۔ وہ بچوں کے مقبول شاعر تو پہلے ہی تھے۔ اب مدحت و سلام، نعت اور منقبت کے میدانِ رزم میں بھی بڑے بڑے شہ زوروں سے پنجہ آزما اور معرکہ آراء ہیں۔ یہ مجموعہ مناقبت و سلام کا ''تطہیر'' ان کے روحانی تفکّر کا آئینہ دار بھی ہے اور اُن کے احساسِ جمال کا شاعرانہ عکس بھی۔

جناب حسین سحر اس دور کے اُن ممتاز شعراء میں ہیں جنہوں نے مختلف اصنافِ سخن پر مکمل دسترس حاصل کی ہے۔ غزل، نظم، سلام، نعت، قصیدہ کی مختلف اور متنوع ہیئتوں میں نئے نئے تجربے کئے ہیں۔ ان اصناف میں انہوں نے ہیئت کی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ کئی معنوی تصرفات بھی کئے ہیں۔ قومی نظمیں، ملّی گیت، بچوں کے ترانے اور منظوم تمثیلچے (ٹیبلوز) بھی لکھے ہیں۔ لیکن سن و سال کی اس پُختہ کاری کے دوران اب جبکہ وہ نصف صدی کا کامیاب سفر طے کر چکے ہیں۔ خانوادۂ اہلِ بیت کی مدح و تذکار میں ''تطہیر''





کے سلام و مناقب لا رہے ہیں۔

یہ سلام، سلام کی اُس روایت کا حصہ ضرور ہیں جو روایت ہمارے صدیوں پرانے احساسات سے عبارت ہے۔ مگر اس روایت میں اظہارِ خیالات کی ایسی تازگی ہے جس کی ایک ایک رگ معانی اور رشتۂ انفاس میں نئے زمانے کی خوشبو رچی ہوئی ہے۔ یہ ایسے سلام نہیں جو مقرر اصطلاحات اور سکہ بند لفظی سانچوں میں ڈھلے ڈھلائے معلوم ہوں۔ بلاشبہ یہ سلام لفظی ہیت کے اعتبار تک تو ہماری روایت کا پرتو ہیں لیکن معنوی قرینوں اور تفکّر کے لحاظ سے یہ اُردو میں بیسویں صدی کے شعری ارتقاء کا مکمل مظہر ہیں۔

لکھنوی عہد واقعی ہمارے ثقافتی ورثے کی ایک ایسی شناخت ہے جس سے ہماری پہچان، بہت دیر اور بہت دور تک باقی رہے گی۔ اس عہد نے شاعری کو اور بالخصوص تذکارِ اہلِ بیت کو جو نئے نئے سانچے دیئے ان سانچوں میں سلام ایک ایسی ہیت شعری ہے جو ادبِ اُردو میں اپنے مخصوص امتیاز کے ساتھ اُبھری۔ جناب حسین سحر نے سلام کے ان مخصوص امتیازات کو نظر انداز کئے بغیر اپنے بعض معاصر شعراء کی طرح اس جہت میں نئی حکمتوں کے سُراغ لگائے۔ خاص طور پر یہ بات کہ سلام اور منقبت کے غزلیہ پیرایۂ اظہار اور اس کے مُعیّن خد و خال سے ہٹ کر آہنگ، صورت اور خیال کا نیا زاویہ مثلثہ قائم کیا۔ اس کی واضح مثال آزاد نظم ''فرات کے کنارے'' کے علاوہ اس مجموعے کی پہلی ہی منقبت ہے:

آپ قرانِ ناطق کی تصویر ہیں
آپ نہج البلاغہ کی تحریر ہیں
آپ دروازۂ شہرِ علمِ نبیؐ
یا علی یا علی یا علی یا علی

آپ حیدر بھی ہیں آپ صفدر بھی ہیں
آپ ہی فاتحِ بدر و خیبر بھی ہیں
آپ کے دم سے ایمان کی تازگی
یاعلی یا علی یاعلی یاعلی

آپ کردارِ حق آپ معیارِ حق
آپ کا علم کشافِ اسرارِ حق
دیجئے ہم کو عرفان کی روشنی
یاعلی یا علی یاعلی یاعلی

اس شعری تجربے کو یہاں نقل کرنے کا مُدعا محض آپ کو یہ باور کرانا ہے کہ شاعر نے اس صنفِ سخن میں جو نئے تجربے کئے ہیں اُن کا ما بہ الامتیاز کیا ہے؟

پہلی بات تو یہ کہ فی الحقیقت یہ تجربے سلام اور منقبت کی ہیئت میں بالکل نئے ہیں۔ رباعی، قطعے اور مسدس کے بند کے مقابلے میں یہ ثلاثی ہیں۔ چوتھا مصرع محض ترکیبِ بند کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کا معنوی قرینہ صرف مخاطبہ لفظ (آپ) کو فائدہ پہنچاتا ہے۔

دوسری بات یہ کہ، تیسرے مصرع کو پہلے شعر (دو مصرعوں) سے جُدا کر کے ایسے صوتیے کا انتخاب کرنا ہے جو تکرار پانے والے مصرع سے ہم آہنگ ہو سکے۔

تیسرے یہ کہ، اس تمام ترنظم خیالات میں جو لفظیات استعمال کی گئی ہیں وہ سماعی، معنوی اور صوری، تینوں اعتبار سے معروف، مستعمل اور مروج عام ہیں۔ یہ اور اس طرح کے کئی دوسرے تشکیلات مثلاً

1۔ طلوعِ مہرِ ایمانی - فروغِ نورِ قرآنی
2۔ ہر سمت ہے آہ و بکا - کانپ اٹھی ارضِ نینوا





3۔ صاحبِ دل صاحبِ کردار تو

شاعر نے اس صنفِ سخن میں معانی کی صورت برقرار رکھ کر خیالات کو مختلف اشکال میں ڈھالنے کی جو بارآور کوشش کی ہے وہ اس کتاب کا ایک نمایاں پہلو ہے۔ ”حسینی ہائیکو“ کا یہ تجربہ بھی اس نئی روایت کا ایک تسلسل ہے۔ ملتان کی ادبی فضاؤں میں تنقید کو جو نیا لب و لہجہ اُبھر رہا ہے اور تنقیدی جمالیات کے حوالے سے کچھ نئی اصلاحیں وضع کی جا رہی ہیں۔ یہ ”حسینی ہائیکوز“ کی اصطلاح بھی اسی وضع اصطلاحات کا ایک عمل ہے۔ جناب حسین سحر کے حُسینی ہائیکوز سے ایک اقتباس نقل کر رہا ہوں۔

آگہی کی علامت زندہ
استعارہ ہے عشقِ محکم کا
کربلا درس گاہ ایماں ہے

..............................

اس مجموعے کا ایک وصف اضافی یہی ہے کہ شاعر نے جہاں جہاں سلام و منقبت کی ہئیت میں نئے تصرفات سے کام لیا ہے وہاں شعریت اور تخیل کو زیادہ جاندار، متحرک اور پُرکشش بنا دیا ہے۔ یہ مختصر بحر اور موزوں لفظوں والے مصرع اپنے لئے تراشے گئے مخصوص زحافات کے ساتھ ایک عجب لطف دیتے ہیں۔

ہے رُخِ تاریخ کا اجلال تو
حریت کی عزت و اقبال تو
قاطعِ ہر جبر و استحصال تو
بادشاہِ عزم و استقلال تو
اے حسین ابنِ علی تجھ پہ سلام

فدیہ ذی شانِ اسمٰعیل تو
ہے شعاعِ فکر کی قندیل تو
صبر کی بے ساختہ تمثیل تو
منزلِ عرفاں کا سنگ میل تو

اے حسینؑ ابنِ علیؑ تجھ پہ سلام

حُسین سحر پاکستان کی اُردو شاعری کے لئے کوئی نیا نام نہیں اس نام کے ساتھ شہرت بھی پیچھے پیچھے چلی آتی ہے۔ (سحر رومانی کی تلبیس شخصی جو حسین سحر کے نام سے کی گئی گو کہ اُسے بھی معرضِ ظہور میں آئے کوئی اٹھارہ برس گزر رہے ہیں) یہ ایک ایسی طویل مدت ہے جس میں ایک پاؤں پاؤں چلتا بچہ جواں جہاں ہو جاتا ہے۔ یہ سب عرصہ شمار کر کے حسین سحر کی ریاضتِ فکر کا زمانہ کوئی تیس پینتیس برسوں پر محیط ہے۔ یہ طویل دورانیہ کسی فکری جہت کی پختہ کاری اور حکیمانہ فلسفے کی ثمر باری کے لئے بہت کافی ہے۔ حسین سحر نے اپنی اسی ریاضت کے طفیل اب روحانی تفکر اور دینی تجر کو اپنے شعری تجربوں کی آماج گاہ بنایا ہے۔ یہ مناقب و سلام کا مجموعہ، اس دور کے ایسے کئی نئے مجموعوں کے مقابل ایک امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔ اس میں شاعر نے حُسین ابن علی اور دیگر اہلِ بیت کو محض ایک انقلابی شخصیت کے آئینے میں محدود کر کے نہیں دیکھا ہے۔ حسینؑ ابنِ علیؑ اس کے لئے قطع نظر پیغامبرِ حریت کے، اس کے سلسلۂ ہدایت کی ایک کڑی بھی ہیں۔ حسینؑ ابن علیؑ جناب علی المرتضٰی اور خانوادۂ اہلِ بیتؑ سے اس کا یہ تمسک ذاتی اُن بہت سے شاعروں کے مقابلے میں اُسے زیادہ ممتاز بنا دیتا ہے جنہوں نے خانوادۂ اہلِ بیت کی ظلم و جبر سے پنجہ آزما ان شخصیتوں اور واقعہ کربلا جیسے باطل شکن روّیوں سے محض درسِ انقلاب لیا ہے۔

غم نہیں ہے جو مصائب ہیں مری رہ میں سحؔر
راہ پہ ماننا ہوں حق کے پرستاروں کو

تطهیر

''تطہیر'' کے تمام تر اشعار آیۂ تطہیر کے مصداق کرداروں سے شدید عشق و دلبستگی اور والہانہ محبت کا ثمر ہیں۔ ان کرداروں سے جذباتی وابستگی اور موضوع کے ساتھ شاعر کی فن کارانہ شیفتگی کے نتیجے میں بعض ایسے شعروں نے جنم لیا ہے جو تا ابد زندہ رہیں گے۔ ایسے کئی شعروں سے صرف تین شعر بطور نمونہ درج ہیں:

ہوائے شام جو گزری ہے سسکیاں لے کر
ضرور اس نے سُنی ہے حسینؑ کی آواز

مری نگاہ میں کیا ہے جہاں استبداد
کہ میری آنکھ کا سُرمہ ہے خاکِ پائے حسینؑ

تین روز کا پیاسا یہ رسولؐ کا کنبہ
ظلم کے بیاباں میں صبر کا سمندر ہے

اس مجموعے کے مناقب و سلام تنقید کے اس زاویے سے زیادہ مستحکم و مضبوط فنی بنیاد کے حامل ہیں کہ شاعر نے انہیں اپنے شعری شعور کی پختہ کاری کے زمانے تخلیق کیا ہے۔ ورنہ عموماً ہوتا یوں ہے کہ شاعری کے آغازِ سفر ہی میں تبرکاً اور تیمناً حمد و نعت اور سلام ومنقبت کے مضامین پر طبع آزمائی کر لی جاتی ہے۔ لیکن جناب حسین سحر کا معاملہ اس سے بالکل مختلف ہے۔ انہوں نے اپنی یہ تخلیق اُس وقت مکمل کی جب وہ زندگی کی اڑتالیس بہاریں دیکھ چکے اور اپنے فن کی کوئی تیس پینتیس سالہ مسافت طے کر چکے۔ گویا انہوں نے اس طویل عرصے میں ہر طرح کی صنفِ سخن پر مشق کر لی۔ غزل کہیں، طرح اور بے طرح دونوں معرکے سر کیے۔ ملّی نغمے لکھے۔ بچوں کی شاعری کی (اور اس شاعری پر انہیں قومی اعزاز بھی ملا)۔ ترانے نظم کیے، قومی شاعری تخلیق کی۔ مسدس، مخمس، ترکیب بند، رباعی،

قطعہ، سہرا، کوئی ہیئت اور موضوع ایسا نہ تھا جسے انہوں نے ہاتھ نہ لگایا ہو۔ اس کامیاب مشق و ممارست کے بعد تکمیلِ فن کے اعتبار سے یقیناً اب تطہیر کے یہ مناقب و سلام موسیقی کی اصطلاح میں گُلِ نغمہ اور ''پردۂ ساز'' کے مترادف قرار پائیں گے۔

اس مجموعے کے سلام و مناقب کے پس منظر میں اُبھرنے والی ایک نہایت اہم اور قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ ان سلام و مناقب کی بنیاد اُن زمینوں پر رکھی گئی ہے جو خود کاشت ہیں۔ ان زمینوں کی فکر ثمر بار سے جو بیر .......... حاصل ہوتی ہے۔ اس کا ذائقہ از خود بتلاتا ہے کہ یہ زمینیں یا تو بالکل غیر آباد تھیں یا کم کاشت تھیں۔ ان کے قوافی ردیف اور لفظی تصرفات اور خیالات کے سانچے ان معنوی تجربوں کے طبع زاد ہونے کی دلالت کرتے ہیں۔ یہ سلام آزمائشی مصرعوں پر جبراً تشکیل پانے والا تنظیم خیالات کا ایسا شعری پیکر نہیں جس کا تانا بانا عموماً بحر ردیف، قوافی کی قید کے ساتھ، شاعروں کے داؤ گیر اور شاعرانہ اکھاڑوں کے شہ زور خلیفہ فراہم کرتے ہیں۔

ان مناقب میں عقیدے کی حرمت کے ساتھ فکر و فن کا ایسا جمالیاتی عنصر بھی شامل ہو گیا ہے جو مصوری کے عمل کو پاک دامن مریم کی ایسی شبیہ بنانے پر اکساتا ہے جو کلیساء کے تقدس اور جمالیاتی آرٹ کو باہم شیر و شکر کر سکے۔

ڈاکٹر اسد اریب





# مناقب

## دروازۂ شہرِ علمِ نبیؐ

آپ قرآنِ ناطق کی تصویر ہیں
آپ نہج البلاغہ کی تحریر ہیں
آپ دروازۂ شہرِ علمِ نبیؐ
یاعلیؑ یاعلیؑ یاعلیؑ یاعلیؑ

آپ حیدر بھی ہیں آپ صفدر بھی ہیں
آپ ہی فاتحِ بدر و خیبر بھی ہیں
آپ کے دم سے ایمان کی تازگی
یاعلیؑ یاعلیؑ یاعلیؑ یاعلیؑ

وہ لہو جو سرِ صحنِ مسجد بہا
وہ لہو جس سے سیراب ہے کربلا
اُس لہو سے ہے اسلام کی زندگی
یاعلی یاعلی یاعلی یاعلی

فرش بھی سہمگیں ہے اس انداز سے
عرش بھی کانپتا ہے اس آواز سے
گونجتا ہے جہاں نعرۂ حیدری
یاعلی یاعلی یاعلی یاعلی

بدر احزاب خیبر اُحد کربلا
کہہ رہا ہے ہر اک خوں فشاں معرکہ
آپ سے حریت کی روایت چلی
یاعلی یاعلی یاعلی یاعلی

تطهیر

آپ مشکل کشا آپ حاجت روا
آپ شانِ سخا آپ جانِ عطا
بخش دیجے ہمیں دولتِ آگہی
یاعلی یاعلی یاعلی یاعلی

آپ کردارِ حق آپ معیارِ حق
آپ کا علم کشافِ اسرارِ حق
دیجیے ہم کو عرفان کی روشنی
یاعلی یاعلی یاعلی یاعلی

# طلوعِ مہرِ ایمانی

طلوعِ مہرِ ایمانی
فروغِ نورِ قرآنی
شعاعِ شمعِ عرفانی

کمالِ نور کا پرتو
جمالِ طور کا پرتو
ہے تیری جلوہ سامانی

لبوں پہ نام ہے تیرا
فسانہ عام ہے تیرا
دلوں پہ تیری سلطانی

تبحر میں دُرِ یکتا
تفکر میں گُلِ رعنا
تیری عظمت ہے لافانی

عبادت میں ریاضت میں
سخاوت میں شجاعت میں
ترا کردار لاثانی

تطہیر

محبت کی نگاہوں پہ
دلوں کی بارگاہوں پہ
تصرف تیرا روحانی

کئی اسرار کی مرکز
ہزار انوار کی مرکز
تری تابندہ پیشانی

## علیؑ کا نام

پیامِ حق کی ہے وجہِ بقا علیؑ کا نام
ہے معرفت کے جہاں کی بنا علیؑ کا نام

خدا کے بعد کوئی نام ہے تو نامِ نبیؐ
نبیؐ کے بعد ہے سب سے بڑا علیؑ کا نام

علیؑ کا ذکر عبادت ہے اہلِ دل کے لئے
حقیقتاً ہے خدا کی رضا علیؑ کا نام

علیؑ کے ساتھ مودّت ہے شاملِ ایماں
ہے اہلِ حق کے لئے رہنما علیؑ کا نام

نہیں ہے کوئی بھی مشکل مرے لئے مشکل
ہے میرے واسطے مشکل کشا علیؑ کا نام

نہ چھا سکے گی کبھی مجھ پہ تیرگی غم کی
مرے لبوں پہ ہے صبح و مسا علیؑ کا نام

نصیریوں کا خدا میرا ناخدا ہے سحؔر
ہے سیلِ درد میں ساحل نما علیؑ کا نام





# باب العلم

ظہورِ نورِ خدا ہے ظہورِ بابُ العلم
ہے شہرِ علم کا آئینہ نورِ بابُ العلم

مَیں پی رہا ہوں شرابِ طہورِ بابُ العلم
فضائے دل پہ ہے طاری سرورِ بابُ العلم

نگوں نہیں ہے فقط رفعتِ جبریلؑ
درِ جناں بھی ہے اک عکسِ نورِ بابُ العلم

ملے گی مجھ کو بھی عرفان و علم کی دولت
مَیں سربسجدہ ہوں کب سے حضورِ بابُ العلم

رسائی کیسے بھلا شہرِ علم تک ہو سحؔر؟
نہ جب تلک ہو کسی کو شعورِ بابُ العلم

# عقدہ کشا

ہر رنج کی ہر دُکھ کی دوا نامِ علیؑ ہے
بیمارِ غم و درد! شفا نامِ علیؑ ہے

ملتی ہے بصیرت کی کرن دل کو اسی سے
آنکھوں کی جِلا بخش ضیاء نامِ علیؑ ہے

یہ نام ہے تحریر سرِ عرشِ عُلیٰ بھی
کس درجہ حسیں کتنا بڑا نامِ علیؑ ہے

ہے نامِ علیؑ عزم و شجاعت کی علامت
حق یہ ہے کہ تزئینِ دِنا نامِ علیؑ ہے

معیار ہے یہ حق و صداقت کا جہاں میں
پیغام برِ صدق و صفا نامِ علیؑ ہے



روشن ہیں مہ و مہر اسی نام کی ضو سے
آوازِ دلِ ارض و سما نامِ علیؑ ہے

کھلتے ہیں اسی نام سے اسرارِ حقیقت
مفتاحِ درِ علمِ خدا نامِ علیؑ ہے

زندانیِ حالات! نہ حالات سے گھبرا
مشکل ہے تو کیا عقدہ کُشا نامِ علیؑ ہے

اے منزلِ عرفان و حقیقت کے مسافر
منزل کے لئے راہ نما نامِ علیؑ ہے

حاصل ہے سحر دل کو مرے دولتِ تسکیں
ہونٹوں پہ مرے صبح و مسا نامِ علیؑ ہے

# نامِ علیؑ

سرور سے ہے جو لبریز وہ ہے جامِ علیؑ
ہزار غم کا مداوا ہے ایک نامِ علیؑ

خدا اور اس کے نبیؐ ہی کو علم ہے ورنہ
کوئی بشر ہے کہاں واقفِ مقامِ علیؑ

نہیں ہے صرف کسی ایک عہد سے مخصوص
کوئی بھی عہد ہو پائندہ ہے نظامِ علیؑ

ہے جس میں عکس فروزاں ضیائے وحدت کا
کلامِ حق کا وہ آئینہ ہے کلامِ علیؑ

سحر مرے لئے سب سے بڑی یہ نسبت ہے
کہ مَیں ہوں ذرۂ خاکِ رہِ غلامِ علیؑ



# نجف میں

تقدیس کے کیونکر نہ ہوں آثار نجف میں
ہے بارگہِ حیدرِ کرار نجف میں

اعجاز ہے یہ نقشِ کفِ پائے علیؑ میں
ذرے بھی نظر آتے ہیں ضو بار نجف میں

دیکھے اگر انسان حقیقت کی نظر سے
کھلتے ہیں حقیقت کے سب اسرار نجف میں

خورشیدِ امامت کی شعاعوں کا اثر ہے
ہر شام ہے اِک پیکرِ انوار نجف میں

یہ پاسِ ادب ہے کہ ہے جذبات کی شدت
خاموش ہیں میرے لبِ اظہار نجف میں

جنت کی فضاؤں کی تمنا نہیں مجھ کو
مل جائے اگر سایۂ دیوار نجف میں

افلاک سے ہوتی ہے سحر بارشِ رحمت
ہے محوِ زیارت دلِ زوار نجف میں

## بوترابؑ

مطلعِ ایمان و عرفاں ہے ضیائے بوترابؑ
ہے چراغِ راہ منزل نقشِ پائے بوترابؑ

والدِ حسنینؑ عمزادِ نبیؐ زوجِ بتولؑ
کس کو حاصل ہے یہ سب عزت سوائے بوترابؑ؟

تطهیر

فرق کچھ قرآن اور قرآنِ ناطق میں نہیں
بائے بسم اللہ کی صورت ہے بائے بوترابؑ

واقفِ رمزِ نبوت ہے نصیری کا خدا
واقفِ رمزِ امامت ہے خدائے بوترابؑ

جب سے باب العلم سے نسبت ملی ہے خاک کو
وقف ہے سب نظمِ خشک و تر برائے بوترابؑ

جس سے مہکا ہے مرے گلزارِ جاں کا پھول پھول
ہے مرے دل میں وہ خوشبوئے ولائے بوترابؑ

صاحبِ نہج البلاغہ کی فصاحت کی قسم
یہ مرا ذوقِ سخن بھی ہے عطائے بوترابؑ

اب بھی تازہ ہے وہ اعلانِ سلونی کا سماں
گونجتی ہے اب بھی دنیا میں صدائے بوترابؑ

تطهیر

ڈوبتا سورج پلٹ آیا اشارے سے سحر
ہے رضائے ربِ دو عالم رضائے بوترابؑ

## مولائے کائنات

تخلیقِ ممکنات ہے مولا علی کی ذات
مولائے کائنات ہے مولا علی کی ذات

حق کا جلال اور جمال اس سے آشکار
تفسیرِ اسمِ ذات ہے مولا علی کی ذات

آئینہ تجلی حق ذاتِ مصطفیٰ
عکسِ تجلیات ہے مولا علی کی ذات

سرچشمۂ شعور و نگہبانِ آگہی
سرمایۂ حیات ہے مولا علی کی ذات

طوفانِ ظلم و جہل ہو کتنا ہی تند و تیز
اک کشتیِ نجات ہے مولا علی کی ذات

خوشبو ہے جس کی عالمِ ایجاد میں سحر
وہ گلشنِ صفات ہے مولا علی کی ذات

## چشمۂ کوثر

اسمِ معطر اسمِ منور نامِ علیؑ ہے
نور کی خوشبو، نور کا پیکر نامِ علیؑ ہے

بوئے گلستاں رنگ بہاراں کا گلدستہ
جگمگ جگمگ حسنِ گلِ تر نامِ علیؑ ہے

عرشِ علیٰ کی بے پایاں رفعت سے پوچھو
پروازِ جبریل کا شہپر نامِ علیؑ ہے

نہج بلاغت حسنِ فصاحت کا سرچشمہ
فکر کا مرکز علم کا محور نامِ علیؑ ہے

قبلۂ عرفاں کعبہ ایماں کا دروازہ
روح کا زمزم چشمۂ کوثر نامِ علیؑ ہے

عکسِ جناں آئینۂ فطرت میں ہے رقصاں
شام کا جلوہ صبح کا منظر نامِ علیؑ ہے

تطہیر

# حیدرِ کرارؑ

کتابِ عشق کی تفسیر حیدرِ کرار
چراغِ فکر کی تنویر حیدرِ کرار

نبیؐ کے بعد ہیں قول و عمل کے پیکر میں
نبیؐ کی بولتی تصویر حیدرِ کرار

ہر ایک حرف ہے ان کا فصاحتوں کی جاں
بلاغتوں کی ہیں تحریر حیدرِ کرار

غنا و فقر کی بنیادِ اصل نانِ جویں
بنائے فقرِ جہانگیر حیدرِ کرار

منافقت کا جہاں پارہ پارہ ہے جس سے
وہ جراتوں کی ہیں شمشیر حیدرِ کرار

ابھی جو چاہیں تو سورج کو پھر سے پلٹائیں
ہیں آپ مالکِ تقدیر حیدرِ کرار

خدا نے پاک کیا اُن کو رجس کے شر سے
ہیں شانِ آیۂ تطہیر حیدرِ کرار

## حلّالِ مشکلات

کیفیتِ دوام ہے مولا علی کا نام
اک معرفت کا جام ہے مولا علی کا نام

دل میں مرے ہے حبِّ محمدؐ بسی ہوئی
اور لب پہ صبح و شام ہے مولا علی کا نام

تطهیر

صبحِ ازل سے شامِ ابد تک ہے جس کا نُور
ایسا فلک مقام ہے مولا علی کا نام

حلالِ مشکلات زمانے میں کون ہے
مولا علی کا نام ہے مولا علی کا نام

سیراب جس سے دونوں جہاں کی ہیں وسعتیں
اک ایسا فیضِ عام ہے مولا علی کا نام

کافور جس سے کفر کی ہے تیرگی سحر
ایسا مہِ تمام ہے مولا علی کا نام

# مخدومۂ کون و مکاں

نسبتیں ہیں کس قدر تیری عظیم اے سیّدہ!
زوجِ حیدرؑ، اُمِ حسنینؑ اور بنتِ مصطفیٰؐ

تو ہے خاتونِ جناں مخدومۂ کون و مکاں
مالکِ تسنیم و کوثر، صاحبِ جود و سخا

عابدہ بھی زاہدہ بھی متقی بھی پاک بھی
زہد و تقویٰ کے جہاں میں کون ہے ثانی ترا؟

تیرے اوصافِ حمیدہ کا نہیں کوئی شمار
طیبہ اے طاہرہ اے پیکرِ صبر و رضا

اُسوۂ عظمیٰ ہے تیرا عکسِ کردارِ رسولؐ
ماہ و انجم سے بھی روشن تر ہے تیرا نقشِ پا



رشکِ صد مریمؑ ہے تیری عفت و پاکیزگی
آخری معیارِ عصمت ہے تری شرم و حیا

آیۂ تطہیر کی تفسیر تیری ذاتِ پاک
مصحفِ نور و تجلی ہے تری مدح و ثنا

ہیں تری گردوں مراتب آسیہ سے مستعار
جنبشِ صبح و مسا اور گردشِ ارض و سما

تیرا نامِ پاک تسبیحِ دلِ رنجور ہے
تیرا ذکرِ پاک ہے میرے لئے مشکل کشا

مجھ کو روزِ حشر کا ڈر کس لئے ہو گا سحرؔ
ہے مرے وردِ زباں لی خمسۃٌ اطفی بہا

# نازشِ آلِ عبا

حسنؑ جانِ حبیبِؐ کبریا ہیں
حسنؑ لختِ دلِ مشکل کشاؑ ہیں

حسنؑ نورِ نگاہِ چشمِ زہراؑ
حسنؑ بازوئے شاہِ کربلاؑ ہیں

حسنؑ محبوب ہیں ارض و سما کے
حسنؑ ہی نازشِ آلِ عبا ہیں

نہ کیوں سردار ہوں باغِ جناں کے؟
وہ خوشبوئے محمدؐ مصطفیٰؐ ہیں

منور جن سے راہِ زندگی ہے
انہی کے جگمگاتے نقشِ پا ہیں





کرم ہر سُو انہی کی ذات کا ہے
وہ اہلِ حق کے میرِ قافلہ ہیں

زمانے کی نظر ہے ان کی جانب
وہی تو منزلِ امن و بقا ہیں

علمبردار صلح و آشتی کے
رہِ امن و سکوں کے رہنما ہیں

جو دشمن کے لئے بھی ہو محبت
حسنؑ وہ چشمۂ صدق و صفا ہیں

وہ جامِ زہر پی کر بھی ہیں مسرور
وہ ایسے پیکرِ صبر و رضا ہیں

مَیں جو مانگوں گا مل جائے گا ان سے
سحرؔ وہ منبعِ جود و سخا ہیں

# سرگروہِ نوجوانانِ جناں

علم و فضل و خلق کا محور حسینؑ
صبر و شکر و حلم کا پیکر حسینؑ

قرۃ العینِ علیؑ و فاطمہؑ
راحتِ جان و دلِ سرورؐ حسینؑ

حاملِ ایثارِ شاہِ کربلا
وارثِ علمِ علی حیدرؑ حسینؑ

سر گروہِ نوجوانانِ جناں
ابنِ شاہِ ساقیِ کوثر حسینؑ

بوذرؓ و عمارؓ کی اُمیدگاہ
اور آقا زادۂ قنبرؓ حسینؑ

تطہیر

جنگ بازوں کے لئے درسِ حیات
امن و صلح و آشتی کا در حسینؑ

یہ مرا ایمانِ راسخ ہے سحرؔ
ہیں سکوں بخش دلِ مضطر حسینؑ

# حُسینی ہائیکو

آپ سبطِ نبیؐ ہیں ابنِ علیؑ
آپ لختِ جگر ہیں زہراؑ کے
آپ سردارِ اہلِ جنت ہیں

کربلا کے سلگتے صحرا میں
جو بہا تھا گلوئے سرورؑ سے
اُس لہو پر ہے دین کی بنیاد

کیا ٹھکانہ ہے اس کی عظمت کا
جس نے دے کر لہو کا نذرانہ
آدمیت کی لاج رکھ لی ہے

روز شاخِ شفق کے دامن میں
روشنی کے گلاب کھلتے ہیں
یہ شہیدوں کے خوں کا ہے اعجاز

بہہ رہی ہے اگرچہ نہر فرات
لب ترستے ہیں قطرے قطرے کو
زندگی ہے کہ پیاس کا صحرا

آگہی کی علامتِ زندہ
استعارہ ہے عشقِ محکم کا
کربلا درس گاہِ ایماں ہے

تطهير

ایک سر ہے بلند نیزے پر
کر رہا ہے تلاوتِ قرآں
اور حق کی دلیل کیا ہو گی؟

## شہیدِ حریت

اے حسینؑ ابنِ علیؑ اے راکبِ دوشِ رسولؐ
اے علیؑ کے لاڈلے اے قرۃ العینِ بتولؑ

اے گلستانِ رسالت کی بہاروں کے امیں
تیرا ثانی تیرا ہمسر کوئی دنیا میں نہیں

کربلا کی خاک تیرے خون سے سیراب ہے
ذرہ ذرہ اس زمیں کا رشکِ صد مہتاب ہے

تیرے پیغامِ عمل کی روشنی ہے چار سُو
حریت کا نام روشن کر گیا تیرا لہو

تیرے سجدوں سے ہے ارضِ نینوا رشکِ حرم
ماہ و انجم سے درخشندہ ترا نقشِ قدم

تو نے روشن کی فضائے جبر میں شمعِ خودی
جھک گئی دنیا ترے قدموں پہ استبداد کی

تجھ سے گلزارِ وفا میں جنبشِ بادِ نسیم
معنیٔ قرآن! تیری شان ہے ذبحِ عظیم

تیری قربانی عروجِ دیں کا سرمایہ ہوئی
قوتِ باطل کی نخوت خاک و خوں میں مِل گئی

اے شہیدِ حریت! اے سیدِ عالی مقام!
تیری ذاتِ پاک پر لاکھوں عقیدت کے سلام



# خوابِ ابراہیمؑ کی تعبیر

صاحبِ دل صاحبِ کردار تو
عدل کی جاں پیکرِ ایثار تو
پیشِ باطل حق کا ہے اظہار تو
ظلم کی شہ رگ پہ ہے تلوار تو
اے حسینؑ ابنِ علیؑ تجھ پر سلام

آیۂ تطہیر کی تفسیر تو
خوابِ ابراہیمؑ کی تعبیر تو
اسوۂ اسلام کی تصویر تو
نورِ پیغمبر کی ہے تنویر تو
اے حسینؑ ابنِ علیؑ تجھ پر سلام

ہے رخِ تاریخ کا اجلال تو
حریت کی عزت و اقبال تو
قاطعِ ہر جبر و استحصال تو
بادشاہِ عزم و استقلال تو
اے حسینؑ ابنِ علیؑ تجھ پر سلام

فدیۂ ذیشانِ اسمٰعیلؑ تو
صبر کی بے ساختہ تمثیل تو
ہے شعاعِ فکر کی قندیل تو
منزلِ عرفاں کا سنگِ میل تو
اے حسینؑ ابنِ علیؑ تجھ پر سلام

تطھیر

# رہبرِ قافلہ اہلِ وفا

جادۂ حق کے لئے راہ نما ہیں عباسؑ
رہبر قافلۂ اہلِ وفا ہیں عباسؑ

قوتِ دستِ علیؑ گر ہیں شۂ کرب و بلا
قوتِ دستِ شۂ کرب و بلا ہیں عباسؑ

ہیں لبِ اصغرِ معصوم کی خاطر شبنم
گوشۂ چشمِ سکینۂ کی ضیاء ہیں عباسؑ

کیوں نہ چھا جائے زمانے پہ جلالت ان کی
پسرِ شیرِ خدا صلِ علیٰ ہیں عباسؑ

اس سے بڑھ کر کوئی اعزاز بھلا کیا ہو گا؟
کہ علمدارِ شہِ کرب و بلا ہیں عباسؑ

پیاس کے دشت میں ہر تشنہ دہن کی اُمید
ساقیٔ خمکدۂ آبِ بقا ہیں عباسؑ

ظلمتِ کفر میں انوارِ سحر کی صورت
نعرۂ حق ہیں صداقت کی صدا ہیں عباسؑ

## شہزادیٔ وفا

اسیرِ جور ہے مظلومِ کربلا زینبؑ
مگر ہے قافلۂ حق کی رہنما زینبؑ

ترا وجود ہے تاریخ سازِ کرب و بلا
حقیقتاً ہے تُو اسلام کی بقا زینبؑ





اگر حسینؑ ہے آغاز صبر و شکر و رضا
تو صبر و شکر و رضا کی ہے انتہا زینبؑ

نثار کر دیئے بچے حسینؑ کی رہ میں
ترا حسینؑ پہ احسان ہے بڑا زینبؑ

بنا ہے منزلِ مقصود اہلِ حق کے لئے
وفا کی راہ میں ہر نقشِ پا ترا زینبؑ

ترے ہی نام سے نامِ وفا ہے تابندہ
ترا ہی نام ہے شہزادیٔ وفا زینبؑ

سلام اس ابدی عزم پر کہ بعد حسینؑ
بنی ہے کشتیٔ ایماں کی ناخدا زینبؑ

یہ اس کا فیض کہ پھر بھی ہے سایۂ رحمت
اگرچہ ظلم کے ہاتھوں ہے بے ردا زینبؑ

علیؑ و فاطمہؑ کی نورِ عین نورِ نظر
دیارِ شام کی ظلمت میں ہے ضیا زینبؑ

ہے بزمِ اہلِ ستم صورتِ خس و خاشاک
علیؑ کے لہجے میں ہے شعلۂ نوا زینبؑ

## قصیدہ

ممتاز عرب شاعر حضرت فرزدقؔ کے قصیدہ
امام زین العابدینؑ کے منتخب اشعار کا ترجمہ

لوگو! سنو کہ کون ہے یہ بندۂ خدا
کعبہ بھی جس کے نقشِ قدم سے ہے آشنا

زاہد ہے متقی ہے عبادت گزار ہے
فرزند ہے حُسینؑ علیہ السلام کا

عظمت ہے ختم ذاتِ تقدس مآب پر
جو اس کو دیکھتا ہے وہ کہتا ہے برملا

یہ ہے امامؑ ابنِ امامؑ اور ابوالامامؑ
جو اس کا مرتبہ ہے کسی کا نہ ہے نہ تھا

یہ اس کی بے مثال شرافت کا رعب ہے
ہر شخص سر جھکائے ہوئے ہے کھڑا ہوا

خوشبو ہے اس کی گلشنِ کونین میں رچی
وہ پھول ہے جو شاخِ رسالتؐ پہ ہے کھلا

سارے جدوں میں افضل و اعلیٰ اسی کا جد
اور اُمتوں میں اس کی ہے اُمت کا مرتبہ

جیسے شعاعِ مہر سے تاریکیاں مٹیں
اس کی جبیں کے نور سے یوں کفر مٹ گیا

کوئی مقابلہ جو کرے کس طرح کرے؟
عرشِ عُلےٰ پہ نام ہے ان کا لکھا ہوا

ان کے کرم کا کیا ہے ٹھکانہ کہ ہیں سخی
کوئی جفا کرے بھی تو دیتے ہیں یہ دُعا

لیکن اگر یہ غیظ میں آ جائیں شیر ہیں
ہے پست ان کے سامنے شیروں کا حوصلہ

ایماں ولا ہے ان کی عداوت ہے ان کی کفر
یہ ہیں جہاں میں اہلِ مودّت کے پیشوا

تطهیر

# نوحہ

ہر سمت ہے آہ و بکا
کانپ اٹھی ارضِ نینوا
عرشِ خدا بھی ہل گیا
قُتِلَ الحسینُ بِکربلا

ہر لب پہ ہے آہ و فغاں
ہر آنکھ ہے گریہ کناں
تاریک ہے دشتِ بلا
قُتِلَ الحسینُ بِکربلا

اِک صاحبِ ایمان پر
اِک تشنہ لب مہمان پر
یہ ظلم یہ جور و جفا
قُتِلَ الحسینُ بِکربلا

سادات کے خیمے جلے
آلِ نبیؐ کے گھر لٹے
اہلِ حرم ہیں بے ردا
قُتِل الحسینؑ بکربلا

دشتِ بلا آثار کے
ہر ذرۂ خونبار سے
اب بھی یہ آتی ہے صدا
قُتِل الحسینؑ بکربلا



# فرات کے کنارے

فلک نے چودہ سو سال پہلے
خموش و ساکت فرات کی نہر کے کنارے
زمینِ کرب و بلا کے بے برگ و بار دامن میں
ریگزارِ عراق کے بے اماں نشیمن میں
بھوک اور پیاس کا پریشاں پڑاؤ دیکھا
حسینؑ کے قافلے کی صورت میں
اہلِ ایماں کا یہ خزاں دیدہ قافلہ تھا
یزیدیوں کے شدید ظلم و ستم کے نرغے میں
آخرِ کار
حق و باطل کے معرکے میں
حُسینیت کو فروغ پہنچا
حُسینیت جس کے دم سے زندہ ہیں
اب بھی اقدارِ حق پرستی

مگر یہ نظارہ قابلِ دید ہے جہاں میں
کہ آج جب پوری چودہ صدیاں گزر چکی ہیں
فرات کی نہر بھی وہی ہے
زمینِ کرب و بلا کے ذروں میں بھی وہی شعلگی ہے رقصاں
یزیدیت کی وہی ستم خیز فوج ہر سو رواں دواں ہے
اور اس ستم پیشہ اور سرکش یزیدیت کے مقابلے میں
حُسینؑ کوئی نہیں جہاں میں
حُسینؑ کوئی نہیں جہاں میں

تطهیر

# سَلام

رشکِ خلیلؑ، فخرِ شہِ انبیاءؐ حسینؑ
محبوبِ کردگار، شہِ کربلا حسینؑ

حق بین و حق شعار ہے حق آشنا حسینؑ
حقا کہ کائنات کا ہے مدعا حسینؑ

پرچم کشائے حق و صداقت ہے اُس کی ذات
ہے ناخدائے کشتیِ دینِ خدا حُسینؑ

نورِ نگاہِ ختمِ رسلؐ، جانِ مرتضیٰؑ
اللہ جانتا ہے ترا مرتبہ حسینؑ

تو اہلِ درد، اہلِ وفا کا امام ہے
رکھی ہے تو نے قصرِ وفا کی بنا حُسینؑ

یہ اہلِ جور و ظلم کو بھی ماننا پڑا
پروردگارِ صبر ہے ربِ رضا حُسینؑ

تو اِک علامتِ ابدی ہے حیات کی
ہے تیرا نام زیست کی وجہِ بقا حُسینؑ

آتا ہے جب بھی عظمتِ کردار کا سوال
آتا ہے لب پہ نام فقط اِک ترا حُسینؑ

سب سے بڑا ثبوت ہے یہ تیری فتح کا
ہر اِک مقام پہ ہے ترا تذکرہ حُسینؑ

روتی ہے تجھ کو اب بھی فلک پر شفق کی آنکھ
بھرتی ہے آہ شام کی ٹھنڈی ہوا حُسینؑ



روشن ہے جس سے آج بھی اُم الکتابِ عشق
لکھا وہ تو نے خون سے بابِ وفا حُسینؑ

نوکِ سناں پہ سر کی تلاوت عجیب ہے
یہ بھی مگر ہے صرف ترا معجزہ حُسینؑ

جو موت کو بھی برسرِ میداں شکست دے
ایسا جہاں میں کون ہے تیرے سوا حُسینؑ؟

ہر درد کا علاج ہے تیرا غمِ عظیم
تیرے قدم کی خاک ہے خاکِ شفا حُسینؑ

عاجز ہیں سارے اہلِ بیاں کی فصاحتیں
کس کی مجال لکھے قصیدہ ترا حُسینؑ

سب سے جدا ہے منزلِ عرفان و آگہی
سب سے الگ تھلگ ہے ترا راستا حُسینؑ

اب بھی جہاں میں عام ہے خوشبوئے حریت
اب بھی رواں دواں ہے ترا قافلہ حُسینؑ

ہے آج بھی تجلی و ظلمت میں کشمکش
جاری ہے اب بھی معرکۂ کربلا حُسینؑ

اب بھی سحر دلوں میں ہے تازہ غمِ امام
ہر ایک لب پہ آج بھی نعرہ ہے یاحُسینؑ

جاودانی ہے ترے ذکر کا لمحہ لمحہ
نام جاری ہے ترا آج بھی قریہ قریہ

اصغر و عون و محمدؑ کی قسم ابنِ علیؑ
قافلے میں ترے جرار ہے بچہ بچہ

تطهیر

کاٹ کر رکھ دی رگِ جبر ہمیشہ کے لئے
تیز خنجر ہے ترے خون کا قطرہ قطرہ

سینکڑوں سال گزرنے پہ بھی غم زندہ ہے
ایسے لگتا ہے کہ ہے واقعہ تازہ تازہ

کربلا ذکر ہی ایسا ہے کہ جس کو سُن کر
اشک ہر آنکھ میں ہے زخم ہے سینہ سینہ

العطش ہی کی صدا آتی ہے چاروں جانب
لبِ دریا بھی نظر آتا ہے تشنہ تشنہ

گونجتی تھی لبِ عباس پہ جو رہ رہ کر
اُسی آواز کو ہم سنتے ہیں نعرہ نعرہ

جو لبِ زینبِ دلگیر پہ اُبھری تھی کبھی
وہی فریاد صدا دیتی ہے نوحہ نوحہ

یہ ہے اکبرؑ یہ ہے قاسمؑ یہ ہے عباسؑ کا سر
جگمگاتا ہے عجب چاند سا چہرہ چہرہ

نوکِ نیزہ پہ ہے قرآں کی تلاوت جاری
سر بریدہ بھی ہے اور جسم ہے پارہ پارہ

کیا یہی اجرِ رسالت ہے نبیؐ کے گھر سے
شعلے اُٹھتے ہیں دھواں دیتا ہے خیمہ خیمہ

کربلا چرخ سے بڑھ کر ہے بُلندی میں سحرؔ
کہکشاں سے بھی درخشندہ ہے ذرہ ذرہ

آنکھیں ہیں اشک تو سینہ لہو لہو
مَیں یادِ شاہ میں ہوں سراپا لہو لہو

تطہیر

چشمِ شفق کے رنگ میں سرخی ہے خون کی
دیکھا ہے جب سے منظرِ صحرا لہو لہو

معصوم سوچتے نہیں پانی کا نام تک
جب سے ہوئی مشکِ سکینہؑ لہو لہو

مالک سمندروں کے ترستے ہیں بوند کو
پیاسوں کی تشنگی پہ ہے دریا لہو لہو

ایسا کوئی ہے منظرِ شادی نگاہ میں؟
سہرا ہے گرد گرد تو نوشہ لہو لہو

قرآن ہے کھلا ہوا جز دانِ سُرخ میں
ہاتھوں میں ایک پھول سا بچہ لہو لہو

نیزہ سا کائنات کے دل میں اُتر گیا
دیکھا جو نوجوان کا سینہ لہو لہو

زخموں سے چُور چُور بڑھاپا ہے سوچ میں
کیسے اُٹھے جوان کا لاشہ لہو لہو؟

معراجِ بندگی ہے عبادت کی جان ہے
تپتی زمیں پہ آخری سجدہ لہو لہو

شامِ مسافرت کی فضا ہے دھواں دھواں
ہے شاہِ اہلِ بیت کا خیمہ لہو لہو

ہر فرد کاروانِ وفا کا ہے زخم زخم
اس باغ کا ہے ہر گُلِ رعنا لہو لہو

مظلومیت کا آخری منشور بن گئی
دستِ ستم میں چادرِ زہراؑ لہو لہو

پرچم بنا ہے حق و صداقت کا دہر میں
عباس کا وہ سبز پھریرا لہو لہو



اعلان کر رہا ہے طلوعِ حیات کا
نوکِ سناں پہ چاند سا چہرہ لہو لہو

ہے ذکرِ کربلا کا ہر اِک حرف خونچکاں
کیوں کر نہ ہو سحرؔ مرا لہجہ لہو لہو

دھڑکا ہے دلِ ارض و سما نوکِ سناں پر
اُبھری ہے محمدؐ کی صدا نوکِ سناں پر

خوشبوئے الم پھیل گئی گلشنِ جاں میں
مہکا ہے گُلِ کرب و بلا نوکِ سناں پر

سورج بھی جسے دیکھ کے شرمائے وہ چہرہ
چمکا ہے بصد ناز و ادا نوکِ سناں پر

آوازِ خدا قطع کبھی ہو نہیں سکتی
کہتی ہے یہ آوازِ خدا نوکِ سناں پر

یہ جبر کی آنکھوں نے بھی دیکھا ہے نظارہ
اِک پیکرِ تسلیم و رضا نوکِ سناں پر

وہ رنگِ شفق بن کے فلک پر ہے نمایاں
ٹپکا ہے جو خونِ شہداء نوکِ سناں پر

صحراؤں میں اِک قافلۂ اہلِ وفا نے
رکھی ہے محبت کی بنا نوکِ سناں پر

انسان کی عظمت کا ورق خون سے تر ہے
ہر دور میں شبیرؑ رہا نوکِ سناں پر

اُبھرا جو کبھی شامِ غریباں کا تصور
تڑپا ہے سحرؔ دل بھی مرا نوکِ سناں پر

تطہیر

جبینِ وقت پہ کیوں کر نہ جگمگائے حُسینؑ؟
ثبات و عزم کا سورج ہے نقشِ پائے حُسینؑ

ہے عکسِ انجم و مہتاب نقشِ پائے حُسینؑ
زمیں پہ عرشِ معلیٰ ہے کربلائے حُسینؑ

پکارتی ہیں یہ نہرِ فرات کی موجیں
یزیدیوں کے مقابل کوئی پھر آئے حُسینؑ

ہر ایک دور کی تیرہ شبی مٹانے کو
چراغ بن کے فضاؤں میں جگمگائے حُسینؑ

کوئی مثال ہی اس عزم کی نہیں ملتی
کہ زیرِ خنجرِ قاتل بھی مُسکرائے حُسینؑ

یزیدیوں سے نہ مرعوب اہلِ حق ہوں گے
جہاں میں گونج رہی ہے ابھی صدائے حُسینؑ

لکھا ہے خون سے تاریخ کی جبیں پہ یہی
حریفِ ظلم و ستم کون ہے سوائے حسینؑ؟

مری نگاہ میں کیا ہے جہانِ استبداد
کہ میری آنکھ کا سرمہ ہے خاکِ پائے حسینؑ

ہے میرے خون کی ہر بوند حریت کی نقیب
کچھ اس طرح رگ و پے میں مری سمائے حُسینؑ

سحرؔ عبادتِ حق میں ہو روز و شب مشغول
کہ ہے ثنائے شہِ دو سراؐ ثنائے حُسینؑ



ہر جور، ہر ستم کا مداوا حسینؑ ہے
مظلومیت کا آخری نعرہ حسینؑ ہے

طاغوت کے خلاف صف آرا حسینؑ ہے
آزادئ بشر کا تقاضہ حسینؑ ہے

جو جسمِ حریت کے رگ و پے میں ہے رواں
تاریخ میں وہ خون کا دھارا حسینؑ ہے

باطل کی ظلمتوں کو کیا جس نے پاش پاش
وہ آفتابِ حق کا اُجالا حُسینؑ ہے

جس پر رواں ہیں عزم و شجاعت کے قافلے
وہ منزلِ حیات کا رستا حسینؑ ہے

مایوسیوں میں نام ہے اس کا علاجِ غم
ٹوٹے ہوئے دلوں کا سہارا حسینؑ ہے

سوچو تو سلسبیل ہے اس کے قدم کی خاک
دیکھو تو تین روز کا پیاسا حسینؑ ہے

عباسؑ ہیں نہ اکبرؑ و قاسمؑ نہ عونؑ و حُرؑ
میدانِ کربلا میں اکیلا حسینؑ ہے

کہنے کو اہلِ حق ہیں بہتر مگر سحرؔ
اس گلستان کا ہر گلِ رعنا حسینؑ ہے

کس سمت رواں قافلۂ اہلِ وفا ہے
حسرت سے جو یوں شہرِ نبیؐ دیکھ رہا ہے

تطھیر

ایک شخص ہزاروں کے جو لشکر میں گھرا ہے
کونین کی وہ جاں ہے دلِ ارض و سما ہے

گونجی ہے فضاؤں میں جو شبیرؑ کی آواز
آوازِ خدا ہے کہ محمدؐ کی صدا ہے

یاد آئی جو ہمشکلِ پیغمبرؐ کی جوانی
نیزہ سا وہیں سینۂ ہستی میں گڑا ہے

شبیرؑ کے ہاتھوں پہ ہے معصوم کا لاشہ
یا شاخِ امامت پہ کوئی پھول کھلا ہے

ہر نقش ہے اک آیۂ رحمٰن کی صورت
نیزے پہ وہ چہرہ ہے کہ قرآن کھلا ہے

اسلام کی تقدیس کا پرچم ہے یہ چادر
مت چھینو ستمگارو! یہ زینبؑ کی رِدا ہے

تھا دھوپ کے ملبوس میں اِک پیاس کا صحرا
رشکِ چمنِ خلد جو اب کرب و بلا ہے

پھر دل کے عزا خانے میں ہے ذکرِ شہیداں
پھر شام و سحر لب پہ مرے آہ و بکا ہے

ایک چمکتی دھوپ کا صحرا دیکھا ہے
صحرا میں اِک پیاس کا دریا دیکھا ہے

دشت میں دیکھی ہے بہتات گلابوں کی
تپتی ریت پہ خون کا چشمہ دیکھا ہے

ظلم کے ہاتھوں میں نیزہ ہے ظلمت کا
نیزے پر اک چاند سا چہرا دیکھا ہے

تطهیر

سامنے آئے ہیں دو بازو قلم ہوئے
جب کوئی خالی مشکیزہ دیکھا ہے

یاد آئی اِک ماں کی گود کی ویرانی
جب بھی کسی معصوم کا جھولا دیکھا ہے

جب بھی خیال آتا ہے تشنہ ہونٹوں کا
آنکھوں سے اِک دریا بہتا دیکھا ہے

سرخ شفق میں ڈوب کے اُبھرا ہے سورج
لال لہو میں تر اِک سہرا دیکھا ہے

دل کے شہر سے ایک دھواں سا اٹھتا ہے
شامِ الم اِک جلتا خیمہ دیکھا ہے

قصرِ ستم پر اب تک لرزہ طاری ہے
کس کا گونج میں ڈوبا لہجہ دیکھا ہے؟

خلافِ جبر اٹھی ہے حسینؑ کی آواز
نشانِ عزم بنی ہے حسینؑ کی آواز

زمینِ کرب و بلا کی فضائے ظلمت میں
چراغِ تیرہ شبی ہے حسینؑ کی آواز

نہ سر جھکاؤ کبھی ظلم و جور کے آگے
جہاں میں گونج رہی ہے حسینؑ کی آواز

سمجھنے والے سمجھتے ہیں اس حقیقت کو
کہ اِک صدائے نبیؐ ہے حسینؑ کی آواز

وہی ہے زورِ رجز کربلا کے میداں میں
زبانِ مولا علیؑ ہے حسینؑ کی آواز





کوئی بھی دور ہو کیسا ہی عہد ہو لیکن
ہمیشہ تازہ رہی ہے حسینؑ کی آواز

نہ کیسے سُن کے اسے عرش کانپ اٹھے
لہو میں ڈوبی ہوئی ہے حسینؑ کی آواز

ہوائے شام جو گزری ہے سسکیاں لے کر
ضرور اس نے سُنی ہے حسینؑ کی آواز

مہکتی تھی جو کبھی مسجدِ نبیؐ میں سحر
سناں پہ آج کھلی ہے حسینؑ کی آواز

ایک مقصد تھا شہیدِ کربلا کے سامنے
کون آتا ہے وگرنہ یوں قضا کے سامنے؟

اے حسینؑ ابنِ علیؑ اے پیکرِ نورِ نبیؐ!
ہیں ستارے گرد تیرے نقشِ پا کے سامنے

ایک اِک ذرہ درخشاں ہے مثالِ کہکشاں
آسماں جھکتا ہے خاکِ کربلا کے سامنے

دولتِ دنیا سے بڑھ کر ہے کہیں ذکرِ حسینؑ
لعل کی قیمت ہے کیا اشکِ عزا کے سامنے؟

جن کو شہؑ نے اپنے خونِ پاک سے روشن کیا
جل رہے ہیں وہ دیئے اب بھی ہوا کے سامنے

رو رہا ہے اِک زمانہ آج اُس معصوم کو
تیر کھا کر مسکرایا جو قضا کے سامنے

اس حقیقت کی گواہی دے رہی ہے کربلا
ظلم کی کیا حیثیت صبر و رضا کے سامنے؟

اِک سکوتِ بیکراں تھا جب ہوئے گویا حسینؑ
کفر کیا آئے گا آوازِ خدا کے سامنے؟

چھپ گیا پردے میں سورج شرم کے مارے سحر
کیسے آتا کاروانِ بے ردا کے سامنے؟

سرفروشانِ کربلا کو سلام
رہروانِ رہِ بقا کو سلام

نورِ زہراؑ و مرتضیٰؑ کو سلام
آلِ پیغمبرؐ خدا کو سلام

نکہتِ گلشنِ ہُدیٰ کو سلام
عترتِ فخرِ انبیاءؐ کو سلام

جو مسافر ہیں راہِ عظمت کے
اُن کے ایک ایک نقشِ پا کو سلام

جس میں شامل ہے خون کی سرخی
قصرِ ایماں کی اُس بنا کو سلام

نغمۂ ظلم میں جو گونجی تھی
نوکِ نیزہ پہ اُس صدا کو سلام

چھن گئی جو سرِ مطہر سے
روحِ تطہیر کی رِدا کو سلام

کہہ رہا ہے یہ پرچمِ عباس
شہسوارِ رہِ وفا کو سلام

بُجھ کے بھی جو سحر فروزاں ہے
شمعِ ایماں کی اس ضیا کو سلام

تطہیر

دیکھا ہے عجب پیاس کا منظر لبِ دریا
ہیں تشنہ دہن وارثِ کوثر لبِ دریا

رکنے کو ہے بہتے ہوئے پانی کی روانی
گونجی ہے اذانِ علی اکبرؑ لبِ دریا

دیکھے ہیں جو عباسؑ کے بازوئے بریدہ
تر خوں میں ہیں جبریلؑ کے شہپر لبِ دریا

جب سے نظر آئی ہے تہی مشکِ سکینہؑ
ہوتے نہیں پانی سے کبھی تر لبِ دریا

معصوم گلابوں سے مہکتی ہیں فضائیں
سوئے ہیں ابھی ریت پہ اصغر لبِ دریا

اسلام کا کردار ہے ایمان کا معیار
وہ آخری سجدہ تہہِ خنجر لبِ دریا

چھینو نہ ردائے سرِ تطہیر نہ چھینو
گر جائے گی افلاک کی چادر لبِ دریا

اُٹھتے ہیں سحر خیمۂ سادات سے شعلے
جلتا ہے محمدؐ کا بھرا گھر لبِ دریا

یوں اٹھا ابرِ ستم جو چاند تھا گہنا گیا
یوں چلی بادِ جفا جو پھول تھا مُرجھا گیا

خنجرِ شمرِ جفا جُو اور حلقومِ حسینؑ
آسماں! تجھ سے یہ منظر کس طرح دیکھا گیا؟

تطہیر

اِک نظر دیکھا نہ تھا جن کو فلک کی آنکھ نے
سر برہنہ ان کو بازاروں میں پھروایا گیا

تشنگی یاد آ گئی جب اصغرِ معصوم کی
دور تک میدان میں سر پھوڑتا دریا گیا

جیسے جیسے آپ پہنچے ہیں قریبِ کربلا
درمیانِ حق و باطل فاصلہ بڑھتا گیا

جن کی ملکیت میں کوثر بھی ہے نہرِ خلد بھی
ایک اک قطرے کی خاطر ان کو ترسایا گیا

جس کی تابانی سحر کے رنگ میں ہے جاوداں
ریگِ صحرا پر لہو سے حرف وہ لکھا گیا

دشتِ بلا میں منزلِ جاں سے گزر گئے
زندہ ہیں حشر تک جو رہِ حق میں مر گئے

مہر و مہ و نجوم فلک پر بکھر گئے
نیزوں کی نوک پر جو شہیدوں کے سر گئے

عزمِ علیؑ، رضائے حسنؑ، صبر مصطفیٰؐ
لے کر امامؑ ساتھ یہ زادِ سفر گئے

معصوم کا گلا جو ستم کا ہوا ہدف
انسانیت کے قلب میں خنجر اُتر گئے

غربت کی شام گلشنِ آلِ رسولؐ میں
ایسی چلیں ہوائیں کہ سب گُل بکھر گئے





شبیرؑ! تیرے دم سے ہے تاریخ کا جلال
اوراق تیرے تازہ لہو سے نکھر گئے

خود بُجھ گئے وہ ظلم کے طوفان میں سحرؔ
روشن چراغِ عظمتِ کردار کر گئے

گر کرب و بلا جانے کی توفیق خدا دے
ایک سیلِ بلاخیز مری آنکھ بہا دے

وہ کون ہے تابندگی دین کی خاطر؟
جو اپنے بھرے گھر کے چراغوں کو بُجھا دے

ایسا کوئی قاری ہے زمانے کی نظر میں؟
نیزے کی انی پر بھی جو قرآن سُنا دے

کیا تیرا بگڑ جائے گا بہتے ہوئے دریا؟
معصوم سکینہ کو جو دو گھونٹ پلا دے

ہم مصلحتِ وقت کے لشکر میں گھرے ہیں
اے ابنِ علیؑ جرأتِ اظہارِ وفا دے

سینچا ہے تجھے اپنی رگِ جاں کے لہو سے
اے کرب و بلا! سبطِ پیغمبرؐ کو دُعا دے

ہے دولتِ کونین غمِ شہؑ سے سحرؔ کم
اشکوں کے گہر جتنے ہیں پلکوں سے لٹا دے

دیکھ کر شاہ کے ماتم میں عزاداروں کو
ٹوٹتے دیکھا ہے افلاک کے سیاروں کو



اے حُسینؑ ابنِ علیؑ! صبر و رضا کے پیکر
تو نے اونچا کیا ایثار کے معیاروں کو

کچھ نہیں دولتِ کونین نظر میں ان کی
ہم نے دیکھا ہے ترے غم کے طلب گاروں کو

گر گئی رحلِ زمیں خاک کا جزدان پھٹا
دیکھ کر بکھرے ہوئے دین کے سیپاروں کو

اللہ اللہ قدمِ عابدِ بیمار کی خاک
اب بھی ہے خاکِ شفا درد کے بیماروں کو

جان دے کر کیا تعمیر وفا کا کعبہ
یاد رکھے گا جہاں عشق کے معماروں کو

غم نہیں ہیں جو مصائب ہیں مری رہ میں سحرؔ
راہبر مانتا ہوں حق کے پرستاروں کو

❁

اشک آنکھوں میں ہیں دل وقفِ عزاداری ہے
جان و دل پر شہِ مظلوم کا غم طاری ہے

رشکِ صد خلد ہے جو کرب و بلا کا منظر
خونِ شبیرؑ! یہ سب تیری ہی گلکاری ہے

نوکِ نیزہ پہ وہ آوازِ خدا کا جلوہ
ظلمتِ کفر میں ایماں کی ضیا باری ہے

آج بھی برسرِ پیکار ہے باطل حق سے
آج بھی معرکۂ کرب و بلا جاری ہے

غمِ شبیرؑ کا مجھ پر ہے یہ احسان سحرؔ
مری رگ رگ میں مئے درد کی سرشاری ہے

❁

ایک طرف اب دریا ظلمتوں کا لشکر ہے
اک طرف تنِ تنہا روشنی کا پیکر ہے

تین روز کا پیاسا یہ رسولؐ کا کنبہ
ظلم کے بیاباں میں صبر کا سمندر ہے

آسمانِ صحرا پر آفتاب ہے لرزاں
نیزۂ ستمگر پر یوں حسینؑ کا سر ہے

گلشنِ رسالت کی ہر کلی ہے پژمردہ
دشمنوں کے نرغے میں عترتِ پیمبرؐ ہے

اہلِ بیتؑ کا خیمہ جل رہا ہے شعلوں میں
اے خدائے پائندہ! کیا عجیب منظر ہے

بدر ہو کہ خندق ہو کربلا کہ خیبر ہو
سرخرو حقیقت میں زورِ دستِ حیدرؑ ہے

جس کی روشنی سے ہے چہرۂ سحر روشن
میری چشمِ گریاں میں درد کا وہ گوہر ہے